حدیث

اور أهلِ تقلید

بجواب

حدیث اور اہل حدیث

جلد اوّل

مؤلف

أبو صہیب محمد داؤد ارشد

مکتبہ اہلحدیث

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

حدیث اور اہل تقلید

بجواب

حدیث اور اہل حدیث

جلد اوّل

مؤلفہ

ابو صہیب محمد داؤد ارشد

ناشر

مکتبہ اہل حدیث

امین پور بازار فیصل آباد

Ph:041-2624007

واحد تقسیم کار

صہیب اکیڈمی

کوٹلی ورکاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ

نام کتاب ---------- حدیث اور اہل تقلید بجواب حدیث اور اہل حدیث

تالیف ---------- ابو صہیب محمد داؤد ارشد

تعداد ---------- 1100

ناشر ---------- مکتبة اہل حدیث

قیمت ---------- /- روپے

اسٹاکسٹ

طیبہ قرآن محل، مکہ سنٹر گلی نمبر 5 منشی محلہ امین پور بازار، فیصل آباد
Ph.: 041-2629292,2624007

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
Mob.: 0300-4826023

ملنے کے پتے

اردو بازار لاہور
- مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ 7244973 ۞ دار الکتب السلفیہ، شیش محل روڈ 7237184
- اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ فون نمبر: 7357587 ۞ مکتبہ قدوسیہ رحمن مارکیٹ۔ غزنی سٹریٹ۔
- نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ فون: 7321865 ۞ محمدی پبلشنگ ہاؤس، ایوان علم پلازہ 7223046
- دار الفرقان، الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون 7231602 ۞ کتاب سرائے الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

فیصل آباد
- مکتبہ اسلامیہ۔ بیرون امین پور بازار بالمقابل شیل پٹرول پمپ ۞ رحمانیہ دار الکتب، امین پور بازار
- مکتبہ اہل حدیث، بالمقابل مرکز جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار ۞ مکتبہ قدوسیہ، امین پور بازار

گوجرانوالہ
- والی کتاب گھر، اردو بازار 055-4441613 ۞ مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار

ملتان
- فاروقی کتب خانہ بیرون بوہر گیٹ 061-4541809

اوکاڑہ
- مکتبہ تفہیم السنہ شیر ربانی ٹاؤن۔ غازی روڈ 044-2528621

چیچہ وطنی
- اسلامی کتب خانہ، ڈاکخانہ بازار، نزد پانی والی ٹینکی چیچہ وطنی ضلع ساہیوال 0301-4085081

چند ابتدائی اصول

اصول اول: مرسل روایات سے احتجاج:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں بدعتی فرقے عالم وجود میں آئے اور انہوں نے اپنی تائید و حمایت میں احادیث بھی وضع کیں، اسی دور میں ضعفاء اور مجہول راویوں کا گینگ بھی موجود تھا، دجال و کذاب راویوں کی بھی کمی نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ۔

میں نے اکثر مراسیل کی تحقیق کی تو انہیں غیر عادل راویوں سے پایا بلکہ جب ان سے ان کے شیوخ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے ان کا نام لیا جو مجروح و متکلم فیہ تھے۔ (النکت ص ۵۵۰ ج ۲)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے، حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۴۶ ج ۱ میں اس سے ملتے جلتے الفاظ میں اس بات کا اظہار کیا ہے۔حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ اگر ہم مرسل روایات کی مصیبتیں اور بلائیں جمع کریں تو ایک ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے۔ (الاحکام ص ۶ ج ۲)۔

بلکہ انہوں نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ مرسل کی حجت کے قائلین دراصل اپنے قول کو رائج کرنے کے لئے مرسل کا سہارا لیتے ہیں؟ ورنہ جب مرسل روایت ان کے مذہب کے خلاف آجائے تو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مرسل کو ترک کرنے والے ہیں،انہوں نے یہ طعن بھی دیا ہے کہ احناف و مالکیہ نے فلاں فلاں مرسل کا انکار محض اس لئے کیا ہے کہ وہ ان کے مسلک و مذہب کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں اگر ہم ان مراسیل کا تتبع کریں جن کو ان دونوں گروہوں نے ترک کردیا ہے۔تو وہ بلاشبہ دو ہزار سے بھی زیادہ ہوجائیں،اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو انشاء اللہ اس پر ہم ایک مستقل رسالہ لکھیں گے۔ (الاحکام ص ۵ ج ۲)۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

والمرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اهل علم بالاخبار لیس بحجة

یعنی مرسل روایات ہمارے اور احادیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک حجت نہیں۔

(مقدمه صحیح مسلم ص ۲۲)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

والحدیث اذا کان مرسلا فانه لا یصح عند اکثر اهل حدیث قد ضعفاء غیر واحد منهم۔

یعنی جب حدیث مرسل ہوگی تو وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہ ہوگی، متعدد اہل علم نے اسے ضعیف فرمایا۔ (العلل مع شرح شفاء العلل ص۳۹۷ ج ٤)۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمرسل واهية عند جماعة اهل الحديث من فقهاء الحجاز غير محتج بها وهو قول سعيد بن المسيب ومحمد بن مسلم الزهرى ومالك بن انس وعبد الرحمن الاوزاعى و محمد بن ادريس الشافعى و احمد بن حنبل ومن بعدهم فقهاء المدينة وحجتهم فيه كتاب الله وسنة نبيه۔

یعنی مرسل احادیث اہل حجاز کے فقہاء اہل حدیث کی جماعت کے نزدیک واہی اور ناقابل احتجاج ہیں۔ یہی قول امام سعید بن مسیّب امام زہری امام شافعی امام احمد امام مالک امام اوزاعی رحمہم اللہ اور دوسرے فقہاء مدینہ کا ہے اور اس پر ان کے نزدیک کتاب وسنت کے دلائل ہیں۔ (المدخل ص ١٢)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

قال سعيد بن المسيب وهو من كبار التابعين ان المرسل ليس بحجة نقله عنه الحاكم وكذا تقدم عن محمد بن سيرين وعن الزهرى وكذا كان يعيبه شعبه واقرانه والاخرون عنه كيحىٰ القطان و عبدالرحمن بن مهدى وغير واحد وكل هؤلاء قبل الشافعى۔

یعنی سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ جو کبار تابعین سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ مرسل حجت نہیں جیسا کہ امام حاکم نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور اسی طرح ان سے پہلے یہی قول امام محمد بن سیرین امام زہری سے گزر چکا ہے، اسی طرح امام شعبیؒ اور ان کے معاصرین وتلامذہ مثلاً یحیٰی قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ مرسل کو رد کرتے تھے۔ اور یہ تمام امام شافعی سے پہلے ہوئے ہیں۔ (النکت ص ٥٦٨ ج ٢)۔

اصول دوم: حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جب صحابی کا فتویٰ ہو:

مرفوع (حدیث نبوی) کے خلاف جب موقوف (صحابی کا قول) ہو تو تب موقوف روایت بالاتفاق حجت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے، اور اختلاف کی صورت میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ یہی مؤقف ومذہب اکابرین احناف کا ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں قصر کر کے نماز ادا کرتے تھے جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پوری نماز پڑھا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سفر میں نماز قصر کرنے میں عزیمت کی بجائے رخصت کی قائل تھیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر فرماتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تاویل ان کی

ذات تک محدود ہے۔ (خزائن السنن ص۱۸۶ ج۲)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی مقلد فرماتے ہیں، یہ روایت موقوف ہے۔ فلا حجۃ فیہ (اس میں دلیل نہیں)

(درس ترمذی ص۱۶۰ ج۲)۔

مولوی عبد الماجد دریا آبادی مقلد فرماتے ہیں: کوئی بزرگ کیسا ہی کامل ہو معصوم وغیر خاطی بہرحال نہیں، مشاہدہ بھی یہی ہے کہ تجربہ کی، عمل کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے یکسر محفوظ کوئی بھی بشر نہیں۔ زلات اور خطاء اجتہادی سے صحابہ تک خالی نہیں۔ چہ جائیکہ کہ دوسرے بزرگ جو ان سے ہر صورت کم تر ہیں۔ (حکیم الامت ص۲۷۰)۔

مولوی محمد انور شاہ کاشمیری مقلد سابقہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے مقدمہ بہاولپور میں عدالت کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ قول صحابی کا حجت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے۔

(روداد مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ص۴۴۵ ج۱)۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ

قول الصحابی حجة فیجب تقلیده عندنا اذا لم ینفعه شئی اخر من السنة۔

یعنی ہمارے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے جب تک سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے۔

(فتح القدیر ص۳۷ ج۲)، (ابن عابدین نے فتاویٰ شامی ص۱۵۸ ج۲) میں ملا علی قاری نے، (مرقاۃ ص۲۶۹ ج۳) میں فتح القدیر سے مذکورہ عبارت نقل کر کے اس پر سکوت کیا ہے، نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی مقلد فرماتے ہیں کہ لہٰذا قول صحابہ بھی حجت ہے اور ہمارے نزدیک اس کی تقلید واجب ہے اگر سنت سے منقول کوئی چیز اس کے معارض نہ ہو۔ (مظاہر حق جدید ص۸۸۷ ج۱)۔

مولوی ظفر احمد تھانوی مقلد فرماتے ہیں کہ، قول الصحابی حجة عندنا اذا لم یخالفه مرفوع، یعنی صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے جب وہ مرفوع حدیث کے خلاف نہ ہو۔

(اعلاء السنن ص۱۲۶ ج۱)۔

تھانوی صاحب نے ان الفاظ میں اس کا تزکرہ (اعلاء السنن ص۱۴۰ ج۱)۔

میں بھی کیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ولا حجة فی قول الصحابی فی معارضة المرفوع لاسیما اذا کانت المسالة مختلف فیها بین الصحابة۔

یعنی صحابی کا قول جب مرفوع حدیث کے معارض ہو تو تب حجت نہیں ہوتا بالخصوص جب وہ مسئلہ صحابہ کرام میں اختلافی ہو۔ (اعلاء السنن ص۴۳۸ ج۱)۔

مولوی سرفراز خاں صفدر مقلد مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی سے نقل کرتے ہوئے اس پر سکوت کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تو بہت دور کی چیز ہیں اگر حدیث رسول کے خلاف صحابہ بھی کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ان کی رائے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا الی قولہ ممکن ہے آپ کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے کافی ہو لیکن ہم دامن رسالت کو چھوڑ کر کہاں جائیں؟ اور جا بھی کہا سکتے ہیں۔ (ذکر بالجهر ص ۱۲۵)۔

نیز لکھتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کی شخصیت ان کی علمی وسعت اور زہد تقویٰ اپنی جگہ پر یہ تمام امور مسلم ہیں لیکن جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح کے مخالف کوئی بات محض اپنی رائے سے پیش کریں گے تو شنوائی نہیں ہوگی۔ (ص ۱۰۷) نیز تحریر کرتے ہیں کہ یاد رکھئے جب کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت ہوا اس کے معارض اور مخالف کتاب وسنت میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح دین ہے اور کوئی بات محض اپنی رائے سے بلا دلیل کہتا ہو تو صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو صحابہ سے نہیں بڑھ سکتا اور جب یہ اصول ہے کہ قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو سوچیئے جس حدیث کے خلاف صحابہ کی بات نہ سنی جاتی ہو تو ان کے خلاف بعد میں کسی بزرگ یا ماوشما کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ (۱۰۵)۔ (اتمام البرهان حصه سوم ص ۴۰۱)؁

اہل حدیث سے الجھتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں

حضر عبادہ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہرحال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہ مسلک و مذہب تھا۔ مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے۔ (احسن الكلام ص ۱۵٦ ج ۲)۔

ان عبارات سے نصف النہار کی طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ خود اکابر دیوبند کے نزدیک بھی آثار صحابہ کرام علی الاطلاق حجت نہیں بلکہ بعض شروط کے تحت موقوف روایات حجت ہیں، ان میں سر فہرست دو شرطیں ہیں کہ پہلی یہ کہ موقوف روایت مرفوع کے خلاف نہ ہو اور دوسری یہ کہ وہ مسئلہ صحابہ کرام میں مختلف فیہ نہ ہو، الغرض آثار صحابہ کرام حجت ہیں لیکن مرفوع احادیث کے خلاف ہوں یا وہ مسئلہ خود صحابہ کرام میں اختلافی ہو، ان دونوں صورتوں میں موقوف روایت ناقابل حجت ہے، امام ابن ہمام کے علاوہ مولانا ظفر احمد اور انور شاہ کاشمیری وغیرہ جید ونامور اکابر دیوبند نے یہ اصول تسلیم کیا ہے۔ اور یہی ہمارا مؤقف ہے۔

اصول سوئم: جب صحابہ کرام میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو:

اعلاء السنن ص ۴۳۸ ج ا کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو تب آثار صحابہ کرام حجت نہیں ہوتے۔

مولوی محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ: یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل اور اجتہاد ہے احادیث مرفوعہ میں اس تفریق کی کوئی بنیاد مروی نہیں، نیز صحابی کا اجتہاد حجت نہیں، خاص طور سے جب کہ اس کے بالمقابل دوسرے صحابہ کے آثار اس کے خلاف موجود ہوں؟

(درس ترمذی ص ۱۹۲ ج ا)۔

مولوی عبد القیوم حقانی دیوبندی فرماتے ہیں۔

سب سے زیادہ معقول اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا اپنا عمل اور ذاتی اجتہاد ہے...... پھر صحابی کا اجتہاد حجت بھی نہیں خاص طور پر جب اس کے مقابلے میں دیگر صحابہ کرام سے آثار موجود ہوں۔ (توضیح السنن ص ۲۰۵ ج ۱)۔

مولوی ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں۔

قول الصحابی المجتهد فیما لانص فیه حجة عندنا یترك به القیاس فاذا شاع وسکتوا مسلمین یجب تقلیده اجماعا ولایجب اجماعا فیما ثبت الخلاف بینهم،،

یعنی جس مسئلہ میں کوئی نص نہ ہو تو مجتہد صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے، صحابی کے فتویٰ کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور جب وہ مسئلہ امت میں متعارف ہو گیا اور مسلمانوں نے اس پر سکوت کیا تو بالاجماع صحابی کے قول کی تقلید واجب ہے، اور جن مسائل میں صحابہ کرام کا اختلاف ثابت ہو وہاں ان کے اقوال کی تقلید بالاجماع واجب نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۹)۔

صاحب توضیح فرماتے ہیں:

فصل فی تقلید الصحابی رضی اللہ عنہ یجب اجماعا فیما شاع سکتوا مسلمین ولا یجب فیما ثبت الخلاف بینهم۔

ان مسائل میں جو امت میں متعارف ہو گئے اور مسلمانوں نے ان پر سکوت کیا صحابی کی تقلید بالاجماع واجب ہے۔ اور جب ان میں اختلاف ثابت ہو تو صحابی کی تقلید بالاجماع واجب نہیں۔

(التوضیح ص ۳۲۲)۔

اس اصول کا تذکرہ صاحب ، نور الانوار، نے بھی صفحہ ۲۱۸ پر کیا ہے ان تمام عبارات اکابر دیوبند سے ثابت ہوا کہ جن مسائل میں صحابہ کرام کا اختلاف ثابت ہو وہاں اقوال صحابہ کرام حجت نہیں ہوتے۔

اصول چہارم: تابعین کے اقوال دین میں حجت نہیں:

جو مسئلہ قرآن وسنت سے ثابت ہے، آثار صحابہ کرام بھی موجود ہیں، یا ان تینوں میں سے کسی ایک چیز سے بھی مسئلہ ثابت ہو تو وہاں آثار تابعین ناقابل حجت ہیں، غیر مقلد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب معاملہ ابراہیم، شعبی، حسن، اور عطاء کی طرف آیا تو جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا اسی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

(مناقب الامام ابی حنیفه ص۲۰)۔

مولوی ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں: **فان قول التابعی لاحجة فیه**

یعنی تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں۔ (اعلاء السنن ص۳۱ ج۱۱)۔

ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے کہ تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ (مجموعه رسائل ص۹۹ ج۲)۔

اصول پنجم: علمائے امت کے اقوال:

بلاشبہ خیر القرون کے امام و بزرگ ہمارے اسلاف ہیں، مگر دین ان کے اقوال کا نام نہیں بلکہ قرآن وسنت سے عبارت ہے، اگر ان بزرگ ہستیوں کا کوئی فتویٰ یا قول قرآن وسنت کے موافق ہے تو نور علی نور، قرآن وسنت سے اختلاف کی صورت میں کسی امتی کا قول قطعی طور پر حجت نہیں ہے، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور ان پر ایک انصاری صحابی کو امیر مقرر کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ ان کی اطاعت کرنا، پھر (بوجہ) امیر لشکر لوگوں پر غصہ ہوئے اور کہا کہ کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا! لوگوں نے کہا ضرور دیا ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرو اور ان سے آگ جلاؤ اور اس میں کود پڑو، لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلائی، جب کودنا چاہا تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آگ سے بچنے کے لئے کی تھی، کیا پھر ہم اس میں داخل ہو جائیں اسی کشمش میں آگ ٹھنڈی ہوگئی اور ان کا غصہ بھی جاتا رہا، پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

لو دخلوها ما خرجوا منها ابدا انما الطاعت فی المعروف۔

اگر اس میں کود پڑتے تو اس میں سے نہ نکل سکتے تھے۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع و الطاعة للامام مالم یکن معصیة رقم الحدیث ۷۱۴۵،مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیةو تحریمها فی المعصیة رقم الحدیث ۴۷۶۶)۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جزیمہ کی طرف بھیجا تو وہ ، اسلمنا، (ہم اسلام لائے) کہہ کر اچھی طرح اسلام کا اظہار نہ کر سکے بلکہ کہنے لگے،صبانا ، صبانا، (ہم اپنے دین سے پھر گئے) اس پر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہیں قتل اورقید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کے حصے کے قیدی دیئے گئے اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کردے،اس پر میں نے کہا کہ واللہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا، پھر ہم نے اس کا ذکر نبی مکرم ﷺ سے کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے اللہ میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کیا دو مرتبہ یہ الفاظ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمائے۔

(بخاری کتاب الاحکام باب اذاقضی الحاکم بجور اور خلاف اهل العلم فهوا رد رقم الحدیث ۷۱۸۹)۔

ان احادیث پر غور کریں نبی مکرم ﷺ نے مختلف اوقات میں ایک انصاری اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا تھا، بقایا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا،ثابت ہوا کہ انصاری اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہما اجتہاد رکھتے تھے، اور انہوں نے اپنی صواب دید کے مطابق درست فیصلے ہی کیے تھے، حکم نبوی کے باوجود مطیع صحابہ نے اپنے اپنے لشکر کے امیروں کے جاری کردہ فرامین کو اندھا دھند قبول نہیں کیا ان کے جاری کردہ احکام کو مزاج شریعت پر جانچا، اور جب انہیں روح شریعت کے منافی پایا تو ماننے سے انکار کردیا، نبی مکرم ﷺ کو جب بتایا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کرنے والوں کی تائید کی تھی، ثابت ہوا کہ بڑے سے بڑا بھی اگر کوئی دین میں بات کرے تو اس کی بات کو اندھا دھند قبول کرنے کے بجائے قرآن وسنت سے پرکھا جائے گا، اگر حق وصواب ہو تو قبول کرلی جائے گی اور اگر غلط ہو تو رد کردی جائے گی۔ امام شعبی فرماتے ہیں یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں اسے پکڑلو اور جو (بات) اپنی رائے سے کہیں اسے کوڑے کرکٹ میں پھینک دو۔ (سنن دارمی ص۶۷ ج۱ رقم الحدیث ۲۰۶)۔

امام حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات لے بھی سکتے ہیں اور رد بھی کرسکتے ہیں، سوائے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے۔ (الاحکام لابن حزم ص۲۹۳ ج۶)۔

امام ابراہیم نخعی تابعی کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ کا قول پیش کیا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ کے قول کا کیا کرو گے؟

(الاحکام لابن حزم ص ۲۹۳ ج۶)۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میری ہر بات جو نبی ﷺ کی حدیث کے خلاف ہو (چھوڑ دو) آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث سب سے اولیٰ ہے۔ (آداب الشافعی ومناقبہ ص ۵۱)۔

مقلد مولوی محمد سرفراز خاں صفدر حیاتی دیوبندی فرماتے ہیں۔

یہ بات شک و شبہ سے بالکل بالاتر ہے کہ قرآن و حدیث کی تصریحات اور خلفاء راشدین کے صحیح و صریح اقوال کی موجودگی میں کسی مجتہد اور امام کے کسی قیاس اور رائے کی قطعا کوئی وقعت نہیں۔

(الکلام المفید ص۳۰۱)۔

اس کے بعد خاں صاحب نے اپنی تائید میں۔ عقد الجید ص۸۵ اور، الفوز الکبیر ص۹ سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز کا، فتاویٰ عزیزی ص ۶۸ ج ۱ سے اور شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید کا تنویر العینین ص ۲۷ سے رشید احمد گنگوہی کا سبیل الرشاد ص۳۰ سے مولوی محمود حسن خاں کا، ایضاح لادلہ ص۱۱۳ سے اشرف علی تھانوی کا، تفسیر بیان القرآن ص۱۲۴ ج ۶ و تعلیم الدین ص۱۰۲ وفتاویٰ امدادیہ ص ۸۸ ج ۴ وغیرہ اکابر دیوبند سے عبارات نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی اس پر صاد ہے کسی ایک خاص مجتہد کی ایسی تقلید کہ اس کے قول کو حق وصواب سمجھا جائے اور اس سے خطاء اور غلطی کو ناممکن تصور کیا جائے اور حدیث صحیح غیر منسوخ کو بھی اس کے قول کے خلاف قبول نہ کرے تو ایسی تقلید مفضی الی الشرک ہے۔ (الکلام المفید ۱۳۰)۔

اصول ششم: عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہوتا:

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے، یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر آیات یا احادیث سے وہ بات ثابت بھی ہو۔

علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ: ولا یلزم من عدم ذکر الشئی عدم وقوعه۔

(نصب الرایه ۲۳۸ ج۲)۔

مولوی محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں۔

عدم الذکر لا یدل علی ذکر العدم۔

(معارف السنن ص۹۹ ج۳)۔

خلاصہ ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ عدم ذکر سے عدم شئی لازم نہیں آتا۔

ابن ہمام فرماتے ہیں

عدم النقل لا ینفی الوجود۔

عدم نقل نفی وجود کو مستلزم نہیں۔

(فتح القدیر ص ۲۰ ج ۱)۔

مولوی محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

زیادہ سے زیادہ یہ عدم ذکر ہی تو ہے اور عدم ذکر عدم الشئی کو مستلزم نہیں ہوتا۔

(درس ترمذی ص ۶۲ ج ۲)۔

مقلد مولوی عبد القیوم حقانی دیوبندی فرماتے ہیں۔

زیادہ سے زیادہ یہ عدم ذکر ہی تو ہے اور عدم ذکر عدم الشئی کو مستلزم نہیں ہوتا۔

(توضیح السنن ص ۱۲۸ ج ۲)۔

ان عبارات اکابر علماء دیوبند سے ثابت ہوا کہ عدم ذکر عدم الشئی کو مستلزم نہ ہونے کے اصول کو یہ بھی مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔

اصول ہفتم: ثبوت نفی پر مقدم ہوتا ہے:

اثبات کا نفی پر مقدم ہونے کا اصول بھی فریقین کے نزدیک مسلم ہے، ابن عابدین حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔

والمثبت مقدم علی النافی۔ (فتاوی شامی ص ۶۵ ج ۲)۔

مقلد علامہ نیموی فرماتے ہیں۔

المثبت مقدم علی النافی۔ (حاشیہ آثار السنن ص ۱۴۲)۔

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

مقلد مولوی محمد سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں کہ اثبات کا نفی پر مقدم ہونا محدثین کا طے شدہ مسئلہ ہے۔ (احسن الکلام ص ۲۵۹ ج ۱)۔

اس کے بعد موصوف نے علامہ نووی (شرح صحیح مسلم ص ۵۰ ج ۲) حافظ ابن حجر (شرح نخبۃ الفکر ص ۹۴ اور امام بیہقی (سنن الکبریٰ ص ۱۶۱ ج ۲) کے حوالے پیش کر کے اپنی بات کو مدلل کیا ہے، مقلد مولوی ظفر احمد تھانوی نے (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۹۰) میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور شروع بحث میں ہی فرماتے ہیں کہ الاثبات مقدم علی النفی، اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے اگر ہم اس پر اصول کی کتابوں کے حوالے درج کرتے تو بفضلہٖ تعالیٰ بیسیوں عبارات پیش کر سکتے تھے، امید ہے کہ مقلد انوار خورشید صاحب اپنے اکابرین کے ان حوالوں پر یقین کرتے ہوئے ضرور یہ تسلیم کر لیں کہ اثبات نفی پر مقدم ہے۔